ڈاکٹر احسان اللہ طاہر
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج فار بوائز، سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ
بابر حسین
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

محمد اقبال نجمیؔ کی حمد نگاری

Characteristic Features of "Hamd" written by Iqbal Najmi

Poetry in Praise of Almighty Allah written by Muhammad Iqbal Najmi, has been reviewed with introductory feature and life sketch of the poet. 10 books of Praise Poetry, in Punjabi and Urdu languages are on credit of Iqbal Najmi. Two books i.e. Hamdia Diwan and Hamdia Hike made the poet a pioneer in the domain of Punjabi poetic history. Riyaaz-e-Hamd, a book containing praise poetry, is also termed first one written as long poem in one prosodic metre.
Keywords: *Poetry, Languages,Poet, Diwan, History, Prosodic.*

خاندانی پس منظر

محمد اقبال حسین ۴جنوری ۱۹۵۳ء بروز اتوار اپنے ننھیال مدر چک، پتوکی ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ محمد اقبال حسین کا بچپن عام بچوں کی طرح ہی گزرا۔

اپنے خاندان کے بارے میں محمد اقبال نجمیؔ نے ایک انٹرویو میں بتایا:

"قیامِ پاکستان سے قبل امرتسر کے ایک گاؤں میں ایک کشمیری خاندان آباد تھا، جس کے سربراہ رحیم بخش تھے جو کہ کپڑے کا کام کرتے تھے۔ ان کے چھ بچوں میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام محمد اسماعیل، نبی بخش اور نذیر حسین تھے۔ محمد اسماعیل سب سے بڑے تھے اور محکمہ مال میں پٹواری تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ اپنے خاندان سمیت ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اور پاجیاں (موجودہ رائے ونڈ) میں پٹواری کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران انہوں نے مہاجرین میں سامان کی تقسیم کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے ملازمت کا یہ سلسلہ ۱۹۵۳ء تک جاری رکھا۔ "

اپنے خاندان کے بارے میں محمد اقبال نجمیؔ مزید بتاتے ہیں:

"محمد اسماعیل نے ۱۹۵۳ء میں ملازمت سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے خاکوانی مارکیٹ کھجور منڈی گوجرانوالہ میں کپڑے کا کام شروع کیا اور اسی کے ساتھ ساتھ مستقل رہائش ۸۸ بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ منتقل کر لی۔ انہوں نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ان کی ایک بیٹی زینت النساء تھیں جو کہ راہی ملکِ عدم ہو چکی ہیں جبکہ دوسری بیوی سے ان کے بچے محمد اکرام، بشریٰ بیگم، خوشنودہ بیگم اور خالدہ جبیں ہیں۔ محمد اسماعیل کی تیسری شادی فاطمہ بی بی سے ہوئی جن کے بطن سے محمد اقبال حسین، نصیر بیگم، احمد حسن اور عابدہ پروین ہیں۔"

اس طرح محمد اقبال حسین اپنے بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ محمد اکرام ان سے بڑے اور احمد حسن چھوٹے ہیں۔

اپنی تعلیم کے بارے میں ایک انٹر ویو میں انہوں نے بتایا کہ

"گھریلو ماحول مذہبی ہونے کی وجہ سے میری تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا گیا۔ میں نے قرآن مجید (ناظرہ) کے ابتدائی اسباق اپنی دادی محترمہ حاجن حشمت بی بی سے پڑھے۔ بعد ازاں حافظ محمد خاں صاحب سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ دینی علوم سے آگاہی الحاج حافظ نذیر احمد نوری سے ملتی رہی۔ اپنے وقت کے ممتاز اور جید عالم دین مولانا خواجہ محمد قاسمؒ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا جبکہ گھرپر میری روحانی تربیت کا بیڑا میری دادی محترمہ نے اٹھایا جو کہ ایک سُلجھی ہوئی اور دیندار خاتون تھیں۔"

یہ ان بزرگوں کا روحانی فیض اور ان کی تربیت کا اثر ہے کہ آج محمد اقبال حسین کو قرآن و حدیث اور اسلامی تعلیمات سے والہانہ عشق ہے۔ دنیاوی تعلیم کی ابتدا کے بارے میں محمد اقبال حسین نے ایک انٹرویو میں بتایا:

"دنیاوی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی ہوا اور میں نے پہلی کلاس گھر میں ہی اپنی بڑی بہن سے پڑھی۔ دوسری کلاس میں مجھے گورنمنٹ ایم سی پرائمری سکول سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں داخل کروایا گیا۔ کلاس چہارم تک میں نے اسی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ لیکن جب میں پانچویں کلاس میں پہنچا تو یہ سکول بعض وجوہات کی بنا پر بند کر دیا گیا۔ بعد ازاں مجھے گورنمنٹ کالج فار بوائز گوجرانوالہ کے

مقابل برانچ نمبر ۷ کارپوریشن سکول میں پنجم کلاس میں داخل کروایا گیا۔ پھر اسی سکول سے میں نے پانچویں کا امتحان پاس کیا۔ "

مڈل کی تعلیم کے لیے گھر والوں نے آپ کو گورنمنٹ محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ میں داخل کروایا۔ اسی عرصہ میں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے تعلیمی عمل میں ایک عارضی تعطل آیا۔

جنگ کے دوران محمد اقبال حُسین نے اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کی اور اس سلسلے میں ایک معقول رقم جمع کر کے حکومتی خزانے میں جمع کروائی۔ ان کے دل میں موجود یہی جذبہ حب الوطنی بعد ازاں آپ کی شاعری میں بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔

گورنمنٹ محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول سے مڈل کا امتحان ۱۹۶۷ء میں پاس کرنے کے بعد آپ کو ثانوی تعلیم کے حصول کے لیے گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں داخل کروا دیا گیا۔ آپ نے اسی سکول سے مولوی عبداللطیف قریشی جیسے شفیق، محنتی اور کہنہ مشق استاد کی نگرانی میں ۱۹۶۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ میں داخلہ لیا، لیکن آپ زیادہ دیر تک کالج کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور گھریلو ذمہ داریوں کے سبب کالج کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔

ادبی زندگی کا آغاز

اپنی ادبی زندگی کے آغاز کے بارے میں محمد اقبال نجمی کہتے ہیں:

"۱۹۷۳ کا سال میرے لیے روحانی کیف اور دلی شادمانی ساتھ لایا کیوں کہ اس سال کی کچھ مبارک ساعتوں نے مجھے شعر لکھنے کی طرف راغب کیا۔ میں اس وقت بحیثیت ٹیچر سکول میں ملازمت کر رہا تھا۔ سکول میں بچوں کی تفریح کے لیے درمیانی وقفہ چل رہا تھا۔ میں اخبار کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اخبار کے صفحے پر کچھ اشعار درج تھے۔ میں نے انہیں پڑھا بلکہ کئی بار پڑھا اور پھر میرے ذہن نے ایک شعر پر ٹھہر کر کہا کہ اسے ایسے نہیں، اس طرح ہونا چاہیے۔ مجھے سوچنے کا یہ عمل اچھا لگا اور پھر میں نے اشعار کو تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھنا شروع کر دیا۔ میری دوستی شعر اور کتابوں سے پہلے بھی تھی

مگر وہ صرف پڑھنے کی حد تک تھی۔اب اس میں ایک تبدیلی آ گئی۔میں نے خود سے مکالمہ کیا۔اقبال تم بھی شعر لکھ سکتے ہو تم بھی لکھو اور میں نے اس پر عمل شروع کر دیا"

شاعری میں اپنے استاد کے بارے میں محمد اقبال نجمیؔ بتاتے ہیں :

"میں نے ابتدائی طور پر امین خیالؔ سے اصلاح لی انہوں نے مجھے پنجابی لکھنے پر مائل کیا۔مگر شعری رموز سمجھانے میں وہ میری مدد نہ کر سکے۔ان کے بعد میں نے پروفیسر منصور احمد خالدؔ سے ابتدائی باتیں سیکھنا چاہیں، مگر ان کی مصروفیات کی وجہ سے انہی صرف چند غزلیں ہی دکھا سکا۔پھر میرا پروفیسر محمد اکرم رضاؔ سے رابطہ ہو گیا، ان سے استفادہ کیا۔انہوں نے میری کتابوں پر نظر ثانی فرمائی اور مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔جہاں تک شعری تربیت یا فنی رموز سمجھنے کا تعلق ہے تو یہ ہم دوستوں نے جن میں غلام مصطفی بسملؔ، بشیر عابدؔ، امجد حمید محسنؔ شامل تھے، مل بیٹھ کر مشقیں کیں۔بشیر عابدؔ نے اس سلسلے میں معاونت کی کیونکہ وہ عروض سے آشنا تھے۔"

محمد اقبال حسین نجمیؔ شروع شروع میں "اقبال" تخلص استعمال کرتے تھے۔"نجمیؔ"، تخلص کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ صحرائی گورداسپوری (مرحوم) نے مجھے مشورہ دیا کہ تم نجمیؔ تخلص رکھ لو۔کوئی نیا شعر کہنے یا نظم یا غزل مکمل کرنے کے بعد اپنے محسوسات کے بارے میں محمد اقبال نجمیؔ کہتے ہیں کہ تخلیق کا عمل ایک خوشگوار اور پرمسرت عمل ہے۔اس کا ذائقہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔اپنا ایک ہائیکو اس سلسلے میں گوش گزار کرتا ہوں۔

جب نئی کوئی بات کرتا ہوں
میں سنورتا ہوں میں نکھرتا ہوں
میرے اندر بھی رت بدلتی ہے

محمد اقبال نجمیؔ علامہ محمد اقبالؔ کی فکری تحریک سے بہت متاثر ہیں۔انہوں نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ

"متاثر تو مجھے بہت سے شعرا نے کیا ہے مگر میری روح میں کلامِ اقبال اتر چکا ہے اور وہ بھی جس قدر میں اسے سمجھ چکا ہوں۔میری نظر میں اردو ادب میں اقبالؔ سے بڑا کوئی شاعر نہیں۔اقبالؔ آفاقی شاعر ہیں۔ان کے کلام سے ابھی درست طریقے سے استفادہ نہیں کیا گیا۔"

محمد اقبال نجمی کی حمد نگاری

"حمد چراغ دلاں دا چانن" محمد اقبال نجمی کا اولین مجموعہ حمد ہے جو کہ پنجابی میں سب سے پہلا حمدیہ مجموعہ شمار کیا جاتا ہے۔پنجابی میں پہلا باقاعدہ حمدیہ مجموعہ پیش کرنے کی سعادت قدرت نے محمد اقبال نجمیؔ کے مقدر میں رکھی تھی۔(۱)

اس مجموعے میں انہوں نے مثنوی، پابند نظم، آزاد نظم، گیت، قطعہ اور کئی دوسری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد رقمطراز ہیں:

> "حمد چراغ دلاں دا چانن" کی شاعری اپنے خالق سے ایک مسلسل مکالمہ ہے۔ جس مکالمے میں جہاں اللہ کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کا مبارک تذکرہ ہے وہیں ربِ کائنات کی صنعتِ کاملہ کے مختلف مظاہر کے حسن و جمال کا مرقع بھی۔اس زمانے کے دُکھ درد اور مسائلِ حیات کا بیان بھی ہے اور ان سے بچ نکلنے کی دعا اور التجا بھی۔یوں مجموعی حوالے سے یہ مجموعہء حمد، ایمان اور ایقان کی ایک ایسی فضا تخلیق کرتا ہے جو کاروبارِ شوق کو نئی منزلوں سے ہمکنار کرتا ہے"۔(۲)

مذکورہ کتاب ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔حمد نگاری کی طرف یہ ان کا پہلا قدم تھا۔جہاں یہ کتاب پنجابی ادب میں پہلی حمدیہ کتاب ہے وہیں موصوف کی بھی پہلی حمدیہ کتاب ہے جو کہ حمد کے حوالے سے منظرِ عام پر آئی۔اس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ خدائے وحدہٗ لا شریک کی حمد کو اپنے فن کے اظہار کا ذریعہ بنائیں۔آپ نے حمد کو دلوں کا نور اور روشنی کہہ کر رات کے مسافروں کو ایسی روشنی اور نوری کرنوں سے واقفیت دی ہے کہ پڑھنے والوں کو ایک قوت اور طاقت ملتی ہے۔"حمد چراغ دلاں دا چانن" کی ایک ایک کرن ، ایک ایک لاٹ اُس مالک و خالق کی کبریائی، ربوبیت اور غفاری و ستاری کی بات کرتی دکھائی دیتی ہے۔

یہ کتاب تخلیق کار کے ایمان، ایقان، عشق اور عقیدت کی روشنی، اس کے یقین، اعتماد، اور پیار کا روشن استعارہ ہے۔اس روشنی اور پیار کا سفر ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گا۔اس کی ہر

کرن اپنے اندر ایک دل اور ہر دل اپنے اندر ایک چراغ رکھتا ہے جو اپنے قاری کو اپنے مالک و خالق کے ساتھ اس کا تعلق اور بندگی کا رشتہ یاد کرواتا رہتا ہے۔اکبر علی غازی اس حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"حمد چراغ دلاں دا چانن" پڑھ کر اقبال نجمی کے گہرے مذہبی رجحان کا پتہ چلتا ہے۔آپ کے کلام میں بار بار اور جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل کا اظہار اور اس کی تخلیق کا وجود میں آ کر اس کے نام کو یاد رکھنے سے زندہ رہنے کا ذکر ملتا ہے"۔(۳)

اگر فنی حوالے سے اس کتاب کو دیکھا جائے تو اس میں نظمیں، غزلیہ رنگ، ماہیے، قطعات، چومصرعے، مثنوی الغرض ہر صنفِ ادب میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔محمد اقبال نجمی نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے جس بھی صنف کو منتخب کیا ہے، فنی حوالے سے اس کے سارے تقاضوں کو پورا کیا ہے۔آپ کی اس کتاب کے بعد آپ نے بھی اور دوسرے پنجابی شعراء نے بھی حمد کے حوالے سے کام شروع کیا اور آج آپ کی اسی تحریک کی وجہ سے اس صنف کے حوالے سے پنجابی ادب میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح تک کام ہو چکا ہے۔"نغمہء حمد (اردو)" ۲۰۰۵ء میں محمد اقبال نجمی کی منظرِ عام پر آنے والی حمدیہ تخلیق ہے۔یہ موصوف کی اردو ادب میں پہلی اور مجموعی طور پر دوسری حمدیہ کتاب ہے۔محمد اقبال نجمی اللہ رب العزت کے در پہ جھکنے کو ہی قربِ خداوندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اپنی شاعری کے ذریعے اپنے قاری کو بھی اسی طرف لاتے ہیں۔ان کو اس بات کی خبر ہے کہ آج تک دنیا میں جس نے بھی عزت و توقیر اور لوگوں کے دلوں میں جگہ پائی ہے اس کا سبب خدا کے آگے سجدہ ریز ہوناہی ہے۔انہوں نے اپنے اس مجموعہء حمد میں اپنے قاری کو اپنی مناجات ، دعاؤں اور التجاؤں کے قرینے اور طریقے بتائے ہیں۔وہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہوئے کہتے ہیں :

مری التجائیں سن لے مری سب دعائیں سن لے
تری مغفرت کا طالب تجھے حالِ دل سناؤں
مجھے جو بھی مانگنا ہے ترے در سے مانگنا ہے
ترے در پہ اپنا دامن میں اسی لیے بچھاؤں(۴)

موصوف نے اپنی اس کتاب میں صنفی حوالے سے دوہے پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ دوہے میں پہلا مصرع دوسرے مصرعے کی ترجمانی کرتا ہے جبکہ دوسرا مصرع پہلے کی تکمیل۔ آپ نے دوہا لکھتے ہوئے اس میں جدّت پیدا کر دی ہے۔ آپ کے حمدیہ دوہوں میں خالق اور مخلوق کے درمیان ایک مضبوط رشتہ پیدا ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے آپ کے چند دوہے، جو موضوع پر گرفت اور صنفِ سخن پر مکمل عبور کا ثبوت ہیں، ملاحظہ فرمائیں:۔

تو واحد تو یکتا مولا تیرا ذکر کتاب
ہر اک جز میں شامل دیکھوں مولا تیری ذات
ہر خلوت میں ہر جلوت میں تیری ذات سوال
تجھ کو ڈھونڈیں پل پل مولا میرے خواب خیال(۵)

"نغمہء حمد" ایک ایسا نغمہ ہے جس کے سُروں میں دوہے، رباعی اور قطعات کے علاوہ اور بھی کئی اصناف شامل ہیں۔ رباعی بحر ہزج میں ہوتی ہے اور اس کے چوبیس اوزان ہوتے ہیں۔ یہ ایک مشکل صنفِ سخن ہے مگر محمد اقبال نجمی نے بڑی آسانی کے ساتھ اس میں خدائے واحد و یکتا کی حمد لکھی ہے۔" نغمہء حمد" میں ان کی ایک رباعی یوں ہے:

میں حمد جو لکھوں تو ہے تیری رحمت
میں نعت جو لکھوں تو ہے تیری شفقت
قدرت ہے کہاں مجھ میں ثنا تیری کروں
یارا ہے قلم کو نہ زباں میں طاقت (٦)

"نغمہء حمد" میں محمد اقبال نجمی نے ہر صنف میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ اردو ادب میں موصوف کی پہلی کتاب تھی جس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ بڑوں اور بچوں کے لیے بھی لکھا جائے اور اردو ادب کی کوئی صنف حمدِ باری تعالیٰ کے ذائقے سے محروم نہ رہے۔ اس لیے اس میں انہوں نے قطعات اور سانیٹ میں بھی لکھا ہے۔

"قطعہ کے لغوی معنی "ٹکڑا یا جزو" کے ہیں۔ اصطلاح میں قطعہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیال یا واقعہ مسلسل بیان کیا گیا ہو۔ قطعے میں مطلع کی موجودگی ضروری نہیں۔ قطعے کے ہر شعر کے

دوسرے مصرع میں قافیہ کی پابندی لازمی ہے۔گویا قطعے کی ہیئت قصیدے کی ہوتی ہے مگر قطعے میں مطلع نہیں ہوتا۔قطعہ ہر بحر میں کہا جا سکتا ہے۔قطعہ کم از کم دو شعروں کا ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں۔"(٧)

جام مجھ کو بادۂ رحمت سے ملنا چاہیے
جو مجھے سرشار رکھے مولا تیرے پیار سے
تیری چاہت میں رہوں اب ہر گھڑی مشغول میں
میرے مولا مجھ کو رکھنا دور ہر آزار سے(٨)

اسی طرح اس میں" سانیٹ" کی ہیئت میں بھی حمد ملتی ہے۔یہ اگرچہ ایک انگریزی صنف ہے مگر اس میں بھی موصوف نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنے حمدیہ افکار کا اظہار کیا ہے۔

"سانیٹ دورِ جدید کی پیداوار ہے۔اسے نظم ہی کی ایک شکل کہہ سکتے ہیں۔سانیٹ ایک طرح کی مقفّٰی نظم ہے جس میں کل چودہ مصرعے ہوتے ہیں۔اس میں قافیے ایک مقررہ ترتیب سے لائے جاتے ہیں۔سانیٹ کے دو حصے ہوتے ہیں۔پہلا حصہ آٹھ مصرعوں پر اور دوسرا حصہ چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔سانیٹ میں کسی خیال یا جذبے کو پیش کیا جاتا ہے۔سانیٹ کسی بھی وزن اور بحر میں لکھی جا سکتی ہے۔(٩)

اس کے علاوہ آپ کے اس مجموعۂ حمد میں تین نظمیں،" تحمید"،" اے خدا میرے خدا"، اور" پہچان" شامل ہیں۔ان آزاد نظموں میں بھی محمد اقبال نجمی نے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا ہے۔آپ نے اپنی اس کتاب میں جو شاعری بچوں کے لیے کی ہے وہ اپنی سادگی اور تازگی کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔آپ چونکہ بچوں کی نفسیات کو بڑا قریب سے جانتے ہیں اور اپنی زندگی کے چھبیس سال ان کی درس و تدریس میں گذارے ہیں، اس لیے ان کی لسانیات اور زبان و بیان کے تقاضوں سے خوب واقف ہیں۔اسی لیے ان کی مذکورہ شاعری ہمارے نصاب کا حصہ ہونا چاہیے کیوں کہ آپ نے اپنے کلام کے ذریعے بچوں کے اذہان میں خدا کے تصور کو بہتر طور پر نقش کیا ہے۔بچوں کے لیے لکھی گئی حمدیہ نظمیں ان کے فن کی نمائندگی کرتی ہیں۔

حق کا سپاہی مجھ کو بنا دے

دولت عمل کی میرے خدا دے
نیکی کا رستہ مجھ کو دکھا دے(۱۰)

"اُچی ذات کمالاں والی" محمد اقبال نجمی کے حمدیہ قصائد پر مشتمل کتاب ہے۔ اس میں موصوف نے ۱۴ قصائد لکھے ہیں۔ یہ کتاب۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی اور حمدیہ قصائد کے حوالے سے یہ پنجابی ادب میں پہلی کتاب ہے اور شاید ابھی تک آخری بھی۔اس کتاب کا دیباچہ پروفیسر محمد اکرم رضا اور ڈاکٹر بشیر عابد نے تحریر کیا ہے۔اول الذکر نے اسے محمد اقبال نجمی کی فکری اٹھان اور ثانی الذکر نے پنجابی حمدیہ قصائد میں اسے پہلا مجموعہ قرار دیا ہے۔پروفیسر محمد اکرم رضا اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اُچی ذات کمالاں والی" ایک شمعِ ہدایت کی صورت ہے جو کہ بے شمار گمراہوں کو شعورِ منزل بخشتی ہے۔میری دُعا ہے کہ زمانہ اس شعری مجموعے کے خالق کا ہم نوا بن کر ساری دُنیا کے خالق و مالک کی پناہ میں آ جائے۔ جس کو دوام اور ہمیشگی حاصل ہے اور جو اس کا ہو جاتا ہے وہ مالک بھی اسے ابدی زندگی کا اسلوب عطا کرتا ہے۔"(۱۱)

پنجابی زبان میں ابھی تک کسی اور شاعر نے اس طرح کی شاعری نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ مالک و مختار نے محمد اقبال نجمی کے مقدر میں ہی ایسی انفرادیت لکھی ہے کہ وہ کئی حوالوں سے اُردو اور پنجابی ادب میں منفرد دکھائی دیتے ہیں۔کسی کو کیا ملا یہ مقدر کی بات ہے۔وہ خدائے وحدہٗ لا شریک کی حمد بیان کرتے ہوئے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کا ذکر کرنا کبھی نہیں بھولتے۔

شان عظیم اے تیری مولا بخشیا پاک حبیب ﷺ
تیری حمد چتارے دل ایہ، آکھے پاک درود(۱۲)

ڈاکٹر بشیر عابد آپ کے ان قصائد کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"اگر ان سارے قصائد پر فکری و فنی اعتبار سے نظر دوڑائیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قصیدے کا ہر شعر کہیں مطلع ،کہیں تشبیب، کہیں گریز، کہیں مدح، کہیں حسنِ طلب اور کہیں دُعا ہے اور اس کے حُسن کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمتیں، بخششیں انعام کے ساتھ ساتھ آخرت میں جنت کی نعمتیں مانگنے کا بڑا سچا ذریعہ بھی۔"(۱۳)

محمد اقبال نجمی نے اپنے ہر حمدیہ قصیدے میں الگ بات کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے اپنے آخری قصیدے میں اللہ رب العزت کے ۹۹ اسمائے حسنہ کو بڑی فنکاری اور ہنرمندی سے معنوی انداز میں استعمال کیا ہے۔ آپ نے اپنے ان قصائد میں دین اسلام کے بنیادی عقائد اور محبتِ رسول ﷺ کے سارے پہلوئوں کو بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے موصوف نے اپنے مالک و خالق کے ساتھ وعدہ کیا ہو کہ وہ اسے دولتِ فن دیتا جائے اور وہ اس فن کو اس کی کبریائی کے اظہار اور اس کے محبوب کی مدحت و ثناء میں لگاتا جائے گا۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنے قاری کو ایمان کی پختگی اور افکار کی تازگی جیسے خیالات عطا کر کے قاری کو یقین اور ایقان کی دولت بانٹی ہے۔ محمد اقبال نجمی کے یہ قصائد ہمیں ایمان کی مضبوطی اور اللہ کی رحمتوں کے قریب کرتے ہیں۔

عقل قیاس توں اُچے ہوندے اوہدے کم نیں سارے
اوہ اے اچیاں شاناں والا، اوہدے کاج نرالے
ہر عاجز تے بے بس دا تے اوہو حامی ڈِٹھا
دور کرے محتاجی سبھ دی نعمت جام اچھالے (۱۴)

محمد اقبال نجمی کی یہ کتاب زبان و بیان ، اسلوب اور پیش کش کے حوالوں سے اپنے اندر کئی خوبصورت پہلو رکھتی ہے۔ آپ نے جہاں قصیدے کی صنف کو بھرپور انداز میں نبھایا ہے وہاں فکری حوالے سے اس میں کئی خوبصورت اضافے بھی کیے ہیں۔ آپ نے عقائد، عقیدت اور اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس کو تخلیق کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں موضوعات کا تنوع دکھائی دیتا ہے۔

۲۰۰۹ء میں "ریاضِ حمد" کے نام سے محمد اقبال نجمی کی ایک اور حمدیہ کتاب منصہ شہود پر آئی۔ ایاز بشیر نے اپنے ایم فِل کے مقالے میں لکھا ہے:

> "محمد اقبال نجمی کی حمد میں خوبصورت تراکیب و اصطلاحات، تشبیہات اور استعارات جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔ مذکورہ فنی تقاضوں کو نبھاتے ہوئے وہ ہر سطح پر ہمیں ایک نیا تخلیقی منظر نامہ بناتے ملتے ہیں۔ تلمیحات کے استعمال میں تو انہوں نے ہر شعر میں ایک نیا مذہبی اور دینی پس منظر دکھانے کی کوشش

کی ہے اور پھر ان تلمیحات میں بھی موصوف نے ایک نئی ترکیب استعمال کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ محمد اقبال نجمی کی حمدیہ کتب میں استعمال ہونے والی چند ایک نئی اور روایتی تراکیب و اصطلاحات کچھ یوں ہیں۔

شعورِ ذوقِ فطرت، جمالِ نورِ وحدت، نویدِ جانفزائی، سرُورِ بادئہ عرفاں، نمودِ سرخوشی، بہارِ دلنشیں، تقدس کی ضیا باری، گلِ خنداں، ہجومِ غم، دلِ بیدار، بہارِ باغِ ایماں، سُوئے دل، لذتِ بندگی، جادئہ رحمت، سازِ جاں، ذوقِ رعنائی، شانِ گویائی، بادئہ وحدت وغیرہ قابل ذکر ہیں"۔(۱۵)

سرُورِ بندگی ہم کو عطا کر
نمودِ سرخُوشی ہم کو عطا کر(۱۶)

زبان و بیان کے حوالے سے اپنی تخلیق کو امر کرنے کے لیے ہر تخلیق کار شعوری طور پر کچھ ایسی کوششیں کرتا ہے کہ اس کی تخلیق شاہکار کے زمرے میں آئے یا لسانی و فنی حوالے سے اس کی بازگشت ایک عرصے تک سنائی دیتی رہے۔ اس حوالے سے محمد اقبال نجمی نے صنعتِ تضاد کو کئی طریقوں سے اپنی حمد میں استعمال کیا ہے۔ کہیں تو وہ حروفِ عطف سے اسے استعمال کرتے ہیں تو کبھی ردیف و قافیے میں اس کا خوب استعمال لاتے ہیں۔ اسی طرح موصوف نے مرکبِ اضافی کے استعمال سے مترادف اور متضاد کو بھی خوب استعمال کیا ہے۔ نمونہء کلام دیکھیے:

ترا قبضہ دلوں پر ہے خدایا
تجھے ہی علم ہے سود و زیاں کا
تو رب العالمیں ہے میرے مولا
تو ہی رازق ہے ہر خورد و کلاں کا(۱۷)

اس کے علاوہ بھی موصوف کی حمدیہ کتب میں کچھ ایسے ہی مرکبِ توصیفی، مرکبِ اضافی اور حرفِ عطف کے استعمالات دکھائی دیتے ہیں جو کہ ان کی حمد کو فنی حوالے سے چار چاند لگائے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فنی طور پر پختہ ہونے اور اپنے کلام کو شعوری طور پر سنوارنے کا عمل

شاعرانہ سطح پر برابر دکھائی دیتا ہے۔موصوف نے ایسی حمدیہ غزلیں بھی لکھی ہیں جن میں دو دو مرتبہ قافیے کا استعمال کیا گیا ہے جو کہ ایک نیا تجربہ بھی ہے اور ان کی فنی انفرادیت بھی۔مثلاً

تری جلوت، جلالت کے نشاں ہیں
تری الفت، لطافت کے نشاں ہیں
سبھی جلوے زمین و آسماں کے
تری قدرت، مشیت کے نشاں ہیں
پہاڑوں، آبشاروں کی بلندی
تری سطوت، فضیلت کے نشاں ہیں(۱۸)

اسی طرح کی کچھ اور تراکیب اور مرکبات سے موصوف نے اپنی حمدیہ شاعری کو مزین کیا ہے۔تاکیدِ لفظی اور تکرارِ لفظی کے ساتھ بھی محمد اقبال نجمی نے اپنی شاعری کو رواں دواں بنایا ہے۔ صنعتِ تضاد اور مترادف کی کچھ مثالیں دیکھیں۔ارض و سما، جود و سخا، لطف و کرم، صبح و مسا، رحم و کرم، قیاس و عقل، نطق و بیاں، لفظ و معانی، صبر و رضا،حمد و ستائش، لطف و عطا وغیرہ۔

بیاضِ دل پہ رقم ہے ترے جو یہ کلمہ
اجال صبح و مسا، لا الٰہ الا اللہ
ترے رحم و کرم کے ہم ہیں طالب
سلیقہ، التجا، حکمت عطا کر(۱۹)

حمدیہ ہائیکو ۲۰۰۹ء میں شائع ہوئی۔موصوف نے کوشش کی ہے کہ ہر صنف میں حمدِ باری تعالیٰ کہی جائے۔اس حوالے سے ان کی یہ کوشش بھی اردو ادب پر ایک احسان ہے کہ اس سے پہلے اس صنف میں کتابی صورت میں حمد نہیں تھی۔محمد اقبال نجمی نے اپنی مذکورہ کتاب "حمدیہ ہائیکو" میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کی عظمت اور اس کے نور کو یوں بیان کیا ہے کہ بات دلوں پر اثر چھوڑتی ہے کیونکہ وہ بذاتِ خود بھی اسی نور سے ہدایت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں اور دوسروں کو بھی اسی سرچشمہء ہدایت سے سیراب ہونے کی راہیں دکھاتے ہیں۔

تو بھی مولا نور
تیرا پاک نبی ﷺ بھی نور
نور ترا قرآن[۲۰]

آپ نے نسلِ نو پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ ہر دانش اور فکر کا منبع (Source) یہی نور ہے۔اسی سے دل و جاں روشن ہوتے ہیں۔اسی سے فکر وفن میں نکھار آتا ہے۔بعض دانشور اور نقاد یہ بات کرتے ہیں کہ محمد اقبال نجمی آئے دن کوئی نہ کوئی حمد و نعت کے حوالے سے کتاب لکھ دیتے ہیں۔ میں خود بھی انہی لوگوں میں سے تھا مگر مجھے حمدیہ ہائیکو پڑھ کر اس بات کا احساس ہوا کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عقل کی بنیادہی قرآنی نور پر رکھی ہو وہ آئے دن تو کیا ہر دن بھی کتاب لکھنے کی قابلیت رکھتے ہیں اور یہ سب اسی نوروالے کی توفیق اور عطا سے ہوتا ہے۔جب یہ مبارک ذکر کسی کے دل میں اترتا ہے تو وہ انسان اہلِ علم اور اہلِ دل میں شمار ہونے لگتا ہے۔

"حمدیہ ہائیکو" میں محمد اقبال نجمی نے خدائے وحدہٗ لاشریک کی صفت و ثنا میں مناجات کو یوں بیان کیا ہے کہ ایک تو اس میں اجتماعیت دکھائی دیتی ہے اور دوسرا ان مناجات میں بھی اس خالق و مالک کی ثنا کے سارے رنگ اپنے عقیدے کی سچائی اور معطر مصرعوں کے ساتھ نظر میں ایک کہکشاں سجاتے چلے جاتے ہیں۔اس حوالے سے محمد اقبال نجمی کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ نے ان ہائیکوز میں کسی بھی غیر ضروری مصرعے، لفظ اور خیال کو شامل نہیں ہونے دیا۔اگر فکری حوالے سے حمدیہ ہائیکو کا تجزیہ کیا جائے تو ان حمدیہ ہائیکوز میں انہوں نے یہی ایک بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ سب علم و حکمت، دولتِ ایمان، ذوق و شوق اور خوف وہی اللہ عطا کرتا ہے۔

اپنی حکمت سے
بانٹ رہا ہے دانائی
اپنے بندوں میں[۲۱]

اگر فکری حوالوں سے ان ہائیکوز کا تجزیہ یا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں ہر مصرع، ہر لفظ نور میں ڈوبا ہوا، شعور کی گہرائیوں سے نکلا ہوا، ذاتی تجربات و مشاہدات کی واردات اور قلبی لگائو کی کہانی سناتا ہوا ملے گا۔ان ہائیکوز میں ہمیشہ زندہ رہنے والی روح ہے کیوں کہ جس کی حمد و ثناء میں لکھی گئی ہیں وہ

خدائے لم یزل حی و قیوم ہے۔اس کی ہر بات ، ہر زبان میں کہی ہوئی تعریف نے زندہ رہنا ہے۔ محمد اقبال نجمی کی بدولت اردو ادب میں ہائیکو کا وجود ابدی حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ اس صنف میں موصوف نے نعتیہ ہائیکو اور حمدیہ ہائیکو لکھ کر اس کو ایک طرح سے آبِ حیات پلا دیا ہے۔

سارے حرفوں میں
تیرا نور چمکتا ہے
میرے لفظوں میں

چھیڑ کے دل کے ساز
اس کی حمدیں گانا ہی
میرا ہے اعزاز

نعمتیں تو نے جو مجھے دی ہیں
شکر ان کا کیا ادا ایسے
آج تک غیر سے نہیں مانگا(۲۲)

"حمدیہ ہائیکو" میں عوام کے دل کی دھڑکنیں ہیں، عام انسان کی دعائیں ہیں، تمنائیں ہیں، آرزوئیں ہیں اور التجائیں ہیں۔ان کے الفاظ سے نکلنے والا نور، اہل نظر اپنے دل اور آنکھوں میں محسوس کرتے ہیں۔ان میں بناوٹ اور مصنوعی پن نہیں ہے۔یہ دل کی باتیں ہیں جو سیدھا دل سے نکل کر دل پر اُتر رہی ہیں اور ہر انسان کے دل کی آرزو بن رہی ہیں کیوں کہ ہر کوئی اُسی ایک اللہ سے مانگتا ہے جو سب کو عطا کرنے والا ہے۔مولا بخش کُشتہ نے پنجابی شاعری میں سب سے پہلے دیوان لکھا تھا۔(۲۳)

اس بات کا اظہار انہوں نے اپنے دیوان میں بھی کیا۔موصوف کے بعد پنجابی شاعری میں کئی دیوان لکھے گئے ہیں جن میں ایک محمد اقبال نجمی کا ہے جو کہ "تن وستی وچ درد بلاواں" کے نام سے فروغِ ادب اکیڈمی گوجرانوالہ سے شائع ہوا تھا اور اب پنجابی حمد کی تاریخ میں محمد اقبال نجمی نے مولا بخش کشتہ والا کام کیا ہے یعنی انہوں نے حمد کا پنجابی میں سب سے پہلا دیوان لکھا ہے جس کو ایوانِ حمد

و نعت پاکستان گوجرانوالہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔"اللہ سوہنا" کے نام سے پنجابی ادب میں آنے والا یہ پہلا حمدیہ دیوان ہے جو ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔اس کا دیباچہ غلام مصطفیٰ بسمل نے "اللہ سوہنا"، پنجابی ادب وچ مڈھلا حمدیہ دیوان "کے نام سے تحریر کیا ہے۔اس میں(۹۵) پچانوے حمدیں ہیں،اور ہر حرف کی ایک سے زائد حمدیں ہیں۔مذکورہ کتاب کا انتساب اقبال نجمی کی حمد اور حمد نگاری سے محبت کا ثبوت لیے ہوئے ہے جو کہ یوں ہے:

اللہ سوہنا آکھن والیاں سبھ لوکاں دے ناں
اللہ سوہنا آکھن والیاں توں میں صدقے جاں[۲۴]

پنجابی شاعری پہ تنقید کرنے والوں کو ایک گلہ یہ بھی ہے کہ اس میں متنوع بحریں نہیں ہیں اور کہیں کہیں تو شعراء نے مکمل کتاب کو ایک ہی بحر میں لکھ دیا ہے۔محمد اقبال نجمی نے اپنے اس دیوان میں اس کمی کو بھی پورا کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ ہر حمد کسی نئی زمین اور بحر میں ہو۔موصوف کے لیے یہ کام اس لیے بھی مشکل نہیں تھا کہ وہ اس سے پہلے پنجابی غزل کا ایک دیوان لکھ چکے تھے۔

اگر فکری حوالے سے اس دیوان کا تجزیہ کیا جائے تو اقبال نجمی نے اس میں اپنی زندگی کے سارے تجربات اور علم کو اکٹھا کر دیا ہے اور اس کے بیان کے لیے سالہا سال پر محیط ان کی دریافت بھی اس دیوان کو پنجابی ادب میں چار چاند لگارہی ہے۔قاری ان کے اس دیوان سے اپنے دل میں ایک جوت سی جگتی ہوئی دیکھتا ہے، ایک لاٹ سی جلتی ہوئی محسوس کرتا ہے اور وہ اپنی ذات کو اس کے عشق کے موسم میں یوں معطر معطر دیکھتا ہے کہ اگر کوئی اس سے ہم کلام ہو تو وہ اسے بھی اقبال نجمی کے الفاظ میں یہی کہتا ہے:

اپنی نسبت دی پکیائی اپنے دل توں پُچھ
اپنے اندر دی زیبائی اپنے دل توں پُچھ
روندی اکھ تے جھکیا ہویا سر اے جنہاں کول
کتھے لبھدے ایہہ سودائی اپنے دل توں پُچھ
وکھرے ای انداز نیں نجمی اوہدی بخشش دے

اوہنے رحمت کنج ورتائی اپنے دل توں پُچھ (٢٥)

محمد اقبال نجمی کی اکثر شاعری خواہ وہ غزل و نظم ہو یا ہائیکو اور قطعات، حمد و نعت ہوں یا دیگر پنجابی و اردو اصنافِ سخن، موصوف بڑی سادہ اور رواں دواں زبان میں لکھتے ہیں۔"اللہ سوہنا" میں بھی انہوں نے اللہ رب العزت کی صفات لکھتے ہوئے صفاتی ناموں کو ایک ہی حمد میں یوں لکھا ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے روحانی وجد میں کھو جاتے ہیں۔ ایسی حمدیں ہمیں جہاں موصوف کی علمی و فکری وسعت سے آشنائی بخشتی ہیں وہیں ان کی روحانی حالت ،قلبی پاکیزگی اور پنجابی ادب میں بیان ہونے والے وحدت الشہود اور وحدت الوجود کے نظریات سے ان کی گہری واقفیت سے بھی آگاہی دیتی ہیں۔

توں رحمن رحیم ایں مولا تیری ذات سمیع
توں قادر، قیوم ایں ربا تیری ذات بدیع
توں قدوس سلام وی ایں تے ماجد اتے مجید
توں خالق تے رازق داتا، تیری ذات شفیع
حشر دیہاڑے سبھ نے تکنی تیری شان قدیر
سبھناں تائیں کرے گی کٹھا تیری ذات جمیع (٢٦)

محمد اقبال نجمی پنجابی ادب کو پہلا حمدیہ دیوان "اللہ سوہنا" دیتے ہوئے اپنی پوری تخلیقی توانائی کو بروئے کار لائے ہیں۔انہوں نے اپنی پوری ادبی و فنی بصیرت و بصارت کو مکمل دیانت داری کے ساتھ استعمال کیا ہے کیونکہ وہ اس بات سے با خبر تھے کہ ایسی کتابیں ہمیشہ لوگوں کے دلوں اور حوالوں میں زندہ رہتی ہیں۔ یہ ایسے کام ہیں جو نیک اعمال میں شمار ہوتے ہیں اور نیک کمائی، بقول وارث شاہ ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں:

وارث شاہ اوہ سدا ای جیوندے نیں جنہاں کیتیاں نیک کمائیاں نی

محمد اقبال نجمی نے اردو ادب کو حمد و نعت کی کتابیں دینے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔جس تسلسل، روانی، انفرادیت اور فکری و فنی تنوع سے وہ ایسی کتب دے رہے ہیں،وہ سلسلہ اس لیے رکتا دکھائی نہیں دیتا کہ ان کی ہر نئی کتاب ایک نئے رنگ میں پیش ہوتی ہے اور قاری کویوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کی پہلی تخلیق نے ان کو نئے راستے دکھائے ہوں۔اور ان سارے راستوں کی بنیاد وہ

سچائی، روحانی نظر اور باطنی صفائی ہے جو موصوف کو مسلسل حمد و نعت لکھنے سے مل رہی ہے اور وہ اس میں مسلسل اپنے قاری کو شامل کیے ہوئے ہیں۔

محمد اقبال نجمی نے ابھی تک اردو حمد و نعت میں جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ ایک دو مضامین کی نہیں بلکہ مقالات کی متقاضی ہیں۔آپ کے ادارے نے حمد و نعت اور ادب کے حوالے سے جو صحافتی و ادبی ، علمی اور تخلیقی سرگرمیاں کروائی ہیں وہ بھی کسی بڑے ادارے کے کام سے کم نہیں ہیں۔اگر آپ کی حمد کے حوالے سے ہی تخلیقات کو دیکھا جائے تو ہر جگہ اور ہر کتاب میں ہمیں ایک نیا رنگ دکھائی دے گا۔"اللہ الحمد" بھی حمد کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں انہوں نے ایک ہی نظم لکھی ہے اور یہ حمدیہ نظم ہے۔یہ فنی حوالے سے مسلسل نظم ہے جس کو ایک خاص عروضی وزن میں لکھا گیا ہے۔ردیف و قافیہ سے آزاد مگر ایک مخصوص ردھم میں چلتی ہوئی یہ نظم قاری کو ایک وجدانی کیفیت اور لطف سے ہمکنار کرتی ہے۔

اے الٰہ، اے خدا
نام تیرے سے ہے ابتداء تو ہے اللہ مرا
میں عبادت تری ہی کروں، اے الٰہ
نام تیرا جپوں، تجھ کو سجدہ کروں
تجھ سے مانگوں دُعا، تجھ سے مانگوں سدا
اے مرے کبریا، اے خدا اے الٰہ (٢٧)

محمد اقبال نجمی نے اس کتاب میں اللہ رب العزت کی عظمتوں، نعمتوں اوراحسانات کا ذکر بڑی عاجزی، انکساری اور محبت میں گُندھے ہوئے الفاظ سے کیا ہے۔بحر میں اتنی روانی، سادگی، تیزی اور شگفتگی ہے کہ ہر خیال روح میں اترتا چلا جاتا ہے۔ہر بات من میں بیٹھتی ہی چلی جاتی ہے۔ہر لفظ ذہن و دل پہ نقش ہو جاتا ہے اور اس بات اور فن کی دین کا اظہار بھی موصوف نے حمد لکھنے کو ہی کہا ہے:

غمزدہ قلب کو، دے خوشی، میرے معبود بس، ہے یہی التجا
سن گذارش مری، کر نوازش الٰہ،
لذتِ صدق دے

جو اُجالے مری فکر کو، دل سے
سارے تواہم کوتو دور کر
پر اثر ہو دُعا موجہء نور سے
رحمتِ خاص سے، میرے افعال کو
میرے اعمال کو نیکیوں میں بدل(۲۸)

جب ہم محمد اقبال نجمی کی اس کتاب کو پڑھتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی بھی بات شاعر کے دل کی نہیں بلکہ ہماری اپنی بات ہے، ہمارے دل کی آواز ہے۔ہماری بے چین روح کو ایک سکون سا ملنا شروع ہو جاتا ہے اور ہم ان کی دعاؤں کے اس نہ ختم ہونے والے سلسلے میں اپنے آپ کو شامل کر لیتے ہیں جس کا آغاز محمد اقبال نجمی "اللہ الحمد" میں کرتے ہیں۔یہ الفاظ اور افکار اپنی اس سچائی کی گواہی سے شاعر کے دل کی پاکی اور اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کرنے کے لطف کی گواہی دیتے ہیں کہ کیسے خدائے وحدہٗ لاشریک کا ایک بندہ اپنے مالک و خالق کی حمد کرتا ہے اور اس کو پڑھنے والے پر بھی انہیں کیفیات کا نزول شروع ہوجاتاہے جو لکھنے والے پر ہوئی ہوتی ہیں۔

"عطائے ربُّ العالمین" حمدیہ قطعات پر مشتمل حمدِ رب العالمین ہے۔خدائے لم یزل کی حمد و ثنا کرتے ہوئے محمد اقبال نجمی ہر وقت نہال دکھائی دیتے ہیں۔ان کے دل میں یادِ الٰہی ایک دھمال سے اٹھتی ہے تو وہ وجد میں آ کر لفظوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دل کو اس لازوال وظیفے میں ڈھال دیتے ہیں جو خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف سے بخشا گیا ایک پیارا سا ارمغاں ہے جو قلوب و اذہان کو ضوفشاں کر دیتا ہے۔وہ خالق جسے چاہے اپنی چاہت کی سعادت بخش دے۔وہی نعمتوں کے جام پلانے والا ہے۔اسی کے کرم سے زندگیوں میں بہار آتی ہے اور رحمتوں کے پھول کھلتے ہیں۔"عطائے ربُّ العالمین" ۲۰۱۹ء میں شائع ہونے والی حمدیہ قطعات پر مشتمل کتاب ہے جس کا انتساب" حمد و نعت کے خوبصورت شاعر حافظ لدھیانوی کے نام " سے موسوم ہے۔موصوف نے حمد و نعت میں کام کرنے والوں ،اپنے جیسے محبت کرنے والوں اور اردو ادب میں لازوال حمدیہ و نعتیہ نقوش چھوڑنے والے لوگوں کو یاد رکھنے کی روایت خوب نبھائی ہے۔

۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۴ء کی طرح اس سال یعنی ۲۰۱۹ء میں بھی محمد اقبال نجمی نے بارہ کتابیں تخلیق اور شائع کی ہیں۔اس حوالے سے وہ خود لکھتے ہیں:

"ہر پانچ سال بعد میں نے ایک سال میں بارہ کتب شائع کر کے تخلیقات کے حوالے سے اپنے بھرپور عزم کا اعادہ کیا ہے۔ اللہ کریم کی توفیق اور نبیء رحمت ﷺ کے دربارِ عالی مرتبت سے رہنمائی ملنا ہی میرے اس سفر کی معراج ہے۔اس علمی و ادبی سفر میں حمد و نعت کے حوالے سے میرا جو کام شائع ہوا وہ ادبی تاریخ کا ایک زرّیں باب ٹھہرے گا۔ان شا اللہ "(۲۹)

"عطائے رب العالمین" کی ابتداء میں ہی موصوف نے حمد لکھنے کے لیے جو دعا مانگی ہے وہی کتاب کا دیباچہ اور تقریظ ہے۔وہ دو قطعات ہی دعاؤں اور مناجات کے ایسے رنگ رکھتے ہیں جن میں شکر، حمد اور دعا اکٹھے ہو کر کسی لکھنے والے کو یقین، ایمان اور حق الیقین کی دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں۔

شکر تیرا کر رہا ہوں اے مرے ربِ کریم
حمد تیری جپ رہا ہوں اے مرے ربِ رحیم
حمد لکھنے کا قرینہ تو عطا کر دے مجھے
حمد تیری لکھ سکوں میں اے مرے ربِ عظیم

نور بخشا تو نے مجھ کو حمد لکھنے کے لیے
کی عطا مجھ کو بصیرت نعت کہنے کے لیے
میرے دل میں تو نے ڈالی حبِ مرسل کی ضیاء
دی زباں یہ مجھ کو اپنا نام جپنے کے لیے(۳۰)

محمد اقبال نجمی نے اپنی اس کتاب میں جو قطعات لکھے ہیں وہ ان کے دل کی آواز ہیں، ان کے اندر کا حال ہیں۔ہر قطعہ ان کے کردارِ زندگی اور شب و روز کا حال کہہ رہا ہے۔ابھی تک جس رفتار سے وہ حمد و نعت لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں،وہ ان ساری تخلیقات کو کرم، رحمت اور نعمت ہی

سمجھتے ہیں۔یہ قطعات فن کی ساری ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں۔ان کی سادگی اور تازگی تا دیر اردو حمدیہ قطعات میں اپنے آپ کو منواتی رہے گی۔

"حمدیہ ساقی نامہ" جنوری ۲۰۱۹ء میں منصہ شہود پر آئی۔یہ بھی حمدیہ تخلیق ہے۔اس کتاب کا نام سنتے ہی علامہ اقبال کی نظم "ساقی نامہ" ذہن میں آتی ہے جس میں انہوں نے اپنے عہد کے مسلمانوں کو خدا کی بندگی اور اطاعتِ رسول ﷺ یعنی کہ غلامیِ رسول ﷺ میں پختہ ہو کر آنے والے دور کے بدلتے ہوئے حالات و واقعات کو محسوس کرنے اور اپنے آپ کو ان کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کی بات کی ہے۔ڈاکٹر بشیر عابد نے اپنے دیباچے میں اس کتاب کا تعارف یوں کروایا ہے:

> "محمد اقبال نجمی نے اپنے کلامِ تازہ "حمدیہ ساقی نامہ" کو بطور غزل مختلف قافیوں کے تحت سات سات اشعار میں مکمل کیا ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوصافِ کریمہ کو نہایت عمدگی سے پیکرِ اشعار میں ڈھالا ہے جس میں ان کی جودتِ طبع کی ہنرمندی نے بھی خدائے وحدہٗ لا شریک کی حمد و تسبیح کو بالکل منفرد انداز سے اشعار کی صورت مہکایا اور جگمگایا ہے کہ ہم اسے پڑھ کر قربِ الٰہی کے اور قریب ہو جاتے ہیں"۔[۳۱]

"حمدیہ ساقی نامہ" ایک طرح سے تین قسم کی شاعری لیے ہوئے ہے۔اس میں اللہ رب العزت کے آگے مناجات بھی دکھائی دیتی ہیں۔اس کے علاوہ اس کی نعمتوں پہ شکر کی کیفیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور اس کا بندہ ہونے کے ناطے اس کی حمد و ثنا تو ہم پہ ہر حال میں لازم ہے۔ان کے مانگنے کا اندازِ یعنی اندازِ مناجات اس کی حمد و ثنا اور تعریف کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

ترا تو بندہ چاہے ہے فقط تیری رضا ساقی
ہے میرے پاس جو کچھ بھی وہ تیری ہی عطا ساقی[۳۲]

کرم کے پانیوں سے دھو مری فردِ عمل ساقی
سہارا تو جو دیتا ہے تو جاتا ہوں سنبھل ساقی[۳۳]

تو ہی مالک، تو ہی قادر، تو ہی قیوم ہے خالق
سلامت رکھ مرا ایماں، مجھے عظمت تو دے ساقی[۳۴]

"حمدیہ ساقی نامہ" اردو ادب میں ابھی تک لکھی جانے والی حمدیہ کُتب میں انفرادیت کی حامل کتاب ہے۔اس میں فنی اور تجرباتی حوالے سے نیا پن ہے جو کہ تخلیق کار کی ادبی و تخلیقی فکر اور کہنہ مشقی کا زندہ ثبوت ہے۔اس حمدیہ نامے میں صرف حمد و ثنا کے پھول ہی نہیں کھلے بلکہ اس میں ہمیں نعتِ رسولِ کریم ﷺ کے جلوے بھی بکھرے دکھائی دیتے ہیں۔فکر اور فن کے حوالے سے یہ ایک ایسی منفرد کتاب ہے جس کی سادہ اور عام فہم زبان قاری کے دل و دماغ پر لافانی اثر چھوڑتی ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے تخلیق کار نے اپنے دل کا حال اپنے قاری کے سامنے رکھ دیا ہو اور ان خاص لمحوں کا اظہار بھی کر دیا ہو جن لمحاتِ حیات میں یہ خاص تخلیق وارد ہو رہی تھی۔"حمدیہ ساقی نامہ"کی ساری شاعری آمد کی شاعری ہے۔کبھی کبھی اسے پڑھتے ہوئے ایسا بھی محسوس ہوتا ہے جیسے ایک ہی لمحے میں یہ سب کچھ لکھ دیا گیا ہو۔

تری حمد و ثنا لکھے کہاں نجمی ہے اس قابل
فقط دل پر میں لکھتا ہوں ترا حرفِ الٰہ ساقی[۳۵]

"حمدِربِ عظیم" خدائے وحدہٗ لاشریک کی حمد کاایک ایسا نغمہ ہے جو محمد اقبال نجمی ادب کی دنیا میں ہر وقت اپنے ہونٹوں پر سجائے نظر آتے ہیں۔آپ نے جس انداز سے اپنی کتاب "اللہ الحمد" میں خدائے لم یزل کی تعریف کے لیے ایک لمبی نظم کا انتخاب کیا تھا اور پھر اسی میں اپنے فن کا حق ادا کر دیا تھاویسے ہی "حمدرب عظیم" بھی ایک ایسی نظم ہے جس میں بارگاہِ ایزدی میں تخلیق کار کے اندازِمنکسرانہ اور عاجزی نے نظم کو شاہکار بنا دیا ہے۔آپ نے اس نظم کو خیالات کے تسلسل کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ اظہار کی طرفگی اور گفتار کی شگفتگی اپنے اندر اثر آفرینی اور حلاوت لیے ہوئے ہے۔

محمد اقبال نجمی کے ہاں حمدِ خالقِ اکبر کرنے کے کئی انداز ہیں۔آپ کے ہاں ایک طرف جہاں حمدمیں عبدیت کا والہانہ اظہار، لگاؤ اور محبت ہے وہیں نعت مبارک میں عقیدت کا عاشقانہ رچاؤ اپنے بھرپور جوش میں نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسنِ تقویم کے رُتبے پر فائز کیا ہے اور بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔اس کی ہر تخلیق مکمل اور خوبصورت ہے۔انسان بھی

جب اس کی تعریف اور حمد و ثناء کرتا ہے تو وہ اس کے لیے خوبصورت الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات تخلیق کرتا ہے۔حمدِ ربِّ عظیم میں تخلیق کار نے بڑے اچھوتے انداز میں اپنی تخلیق کو مکمل کیا ہے۔اسی حوالے سے آپ کی اس نظم کا ایک حصہ دیکھیں۔

حق کے سب مرحلے، حق کے سب سلسلے
حق کو سمجھے ہیں جو، حق کے پیچھے ہیں جو
حق کی پہچان کو جاننے کے لیے
اک طلب، اک کسک، دل میں رکھتے ہیں جو
کامیابی ملے، کامرانی ملے، وہ ہی حق دار ہیں(۳۶)

مالک و خالق کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اقبال نجمی نے ابھی تک ۱۰ کتابیں لکھی ہیں۔پنجابی میں بھی حمدیہ کتاب اور پہلا پنجابی دیوان دینے میں آپ کو انفرادیت حاصل ہے۔اسی طرح حمدیہ ہائیکو کی پہلی کتاب میں بھی آپ کواولیت حاصل ہے۔ریاضِ حمد بھی اپنی نوعیت کی واحد اور پہلی کتاب ہے جو ایک ہی بحر میں لکھی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حفیظ تائب، "پہلا حمدیہ مجموعہ" ،مشمولہ، "دلچسپ"، شمارہ ۲۰۱۵/۱۶، مدیرِ اعلیٰ، ڈاکٹر احسان اللہ طاہرؔ، گوجرانوالہ، ص ۲۲۸

۲۔ ارشد محمود ناشادؔ، ڈاکٹر، "حمد چراغ دلاں دا چانن" پر ایک نظر، مشمولہ، "چانن دا ونجارا" مرتب: ڈاکٹر احسان اللہ طاہرؔ، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۱ء، ص ۷۹

۳۔ اکبر علی غازی، "پنجابی ادب وچ حمدیہ شاعری داپہلا پراگا"، مشمولہ، "چانن دا ونجارا"، ص ۶۴

۴۔ نجمیؔ، محمد اقبال،نغمہء حمد، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۶

۵۔ ایضاً، ص ۱۳۳

۶۔ ایضاً، ص ۱۵۳

۷۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، "اصنافِ ادب"، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء ص ۸۵

۸۔ نجمیؔ، محمد اقبال ، نغمہء حمد"، ص ۱۲۹
۹۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، "اصنافِ ادب"، ص ۱۰۵
۱۰۔ نجمیؔ، محمد اقبال نجمیؔ ،ریاضِ حمد"، ص ۱۵۳
۱۱۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، دیباچہ، "اُچی ذات کمالاں والی"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی گوجرانوالہ، ص ۸
۱۲۔ نجمیؔ، محمد اقبال، "اُچی ذات کمالاں والی"، ص ۳۰
۱۳۔ بشیر عابد، "پنجابی وچ حمدیہ قصیدیاں دا پہلا مجموعہ"، مشمولہ، "چانن دا ونجارا"، ص ۲۳
۱۴۔ نجمی، محمد اقبال، "اُچی ذات کمالاں والی"، ص ٦٦
۱۵۔ ایاز بشیر، "محمد اقبال نجمیؔ کی اردو شاعری کا فکر و فنی جائزہ"، مقالہ، ایم فِل، غیر مطبوعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص ٦٦
۱٦۔ نجمی، محمد اقبال، "ریاضِ حمد"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۹ء، ص ۵۵
۱۷۔ ایضاً، ص ۹۷
۱۸۔ ایضاً، ص ٦۳
۱۹۔ ایضاً، ص ۵۷
۲۰۔ نجمی، محمد اقبال، "حمدیہ ہائیکو"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۵
۲۱۔ ایضاً، ص ۳۰
۲۲۔ ایضاً، متفرق صفحات
۲۳۔ اصغر عابد، غزل، مشمولہ، "پنجابی زبان و ادب کی مختصر تاریخ"، مرتب، ڈاکٹر انعام الحق جاوید، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء، ص ۱۴۳
۲۴۔ نجمی، محمد اقبال، "اللہ سوہنا"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۱ء، ص ۳
۲۵۔ ایضاً، ص ۷۸
۲٦۔ ایضاً، ص۱۱۷
۲۷۔ نجمی، محمد اقبال، "للہ الحمد"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۴ء، ص۱۱۸

۲۸۔ ایضاً، ص۱۱۹

۲۹۔ نجمی، محمد اقبال، "میرا ادبی سفر۔ حمد و نعت کی طرف"، مشمولہ، "عطائے رب العالمین"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۴ء، ص ۱۹

۳۰۔ ایضاً، ص ۲۱

۳۱۔ بشیر عابد، ڈاکٹر، "حمدیہ ساقی نامہ، حمد و ثنا کا خوبصورت مجموعہء کلام"، مشمولہ، حمدیہ ساقی نامہ، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۹ء، ص ۱۰

۳۲۔ نجمی، محمد اقبال، "حمدیہ ساقی نامہ"، گوجرانوالہ، فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۹ء، ص ٦٠

۳۳۔ ایضاً، ص ۵۱

۳۴۔ ایضاً، ص ۲٦

۳۵۔ ایضاً، ص ٦۳

۳٦۔ نجمی، محمد اقبال، "حمدِ ربِ عظیم"، گوجرانوالہ فروغِ ادب اکادمی، ۲۰۱۹ء، ص۱۵